

1 ایس۔سی۔ آر سپریم کورٹ رپورٹس 1961

ہومی جہانگیر گھیسٹا

بنام  
کمشنر آف انکم ٹیکس، بمبئی

22 ستمبر 1960

ایس۔ کے۔ داس، ایم۔ ہدایت اللہ اور جے۔ سی۔ شاہ، جسٹسز۔  
انکم ٹیکس۔ تخمینہ۔ نامعلوم ذرائع سے آمدنی۔ اپیلٹ ٹریبیونل کی طرف سے کیس بیان کرنے سے  
انکار۔ ہائی کورٹ کی طرف سے ریفرنس کی ہدایت دینے سے انکار۔ قانون کا سوال، ٹریبیونل کے حکم سے کب  
پیدا ہو سکتا ہے۔ انڈین انکم ٹیکس ایکٹ، 1922 (XI آف 1922) دفعہ (2) 66۔  
درخواست گزار نے 87500 روپے مالیت کے کرنسی نوٹوں کو نقدی حاصل کیا اور انکم ٹیکس افسر نے  
انہیں متعلقہ سال کے لئے ریٹرن جمع کرانے کے لئے کہا۔ درخواست گزار نے مختلف مراحل میں تین بیانات  
دیے، جن میں مادی تفصیلات شامل تھیں کہ اس نے یہ رقم کیسے حاصل کی۔ انکم ٹیکس افسر نے کہا کہ رسید کی اصل  
نوعیت ظاہر نہیں کی گئی ہے، اسے نامعلوم ذرائع سے ہونے والی آمدنی سمجھا جاتا ہے اور اس کے مطابق اس کا  
جائزہ لیا جاتا ہے۔ اسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس نے اپیل پر اس حکم کو برقرار رکھا۔ ایک اور اپیل پر اپیلٹ ٹریبیونل  
نے حقائق کا جائزہ لیا، اپیل کنندہ کے کیس میں تضادات پر غور کیا اور تشخیص کے حکم کی توثیق کی۔ انڈین انکم ٹیکس  
ایکٹ کی دفعہ 66 کے تحت ہائی کورٹ کا حوالہ دینے کی درخواست دیتے ہوئے ٹریبیونل نے کہا کہ اس کے حکم  
سے قانون کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے بعد ہائی کورٹ نے ایکٹ کی دفعہ (2) 66 کے تحت اپیل  
کنندہ کی درخواست کو سرسری طور پر مسترد کر دیا۔ خلاصہ برطرفی کے حکم کے خلاف اس عدالت سے اپیل کی  
خصوصی اجازت حاصل کی گئی تھی اور اپیل میں فیصلہ کرنے کا واحد سوال یہ تھا کہ کیا ٹریبیونل کے حکم میں قانون  
کے کسی سوال کا انکشاف کیا گیا تھا اور کیا ہائی کورٹ نے دفعہ 66 کے تحت درخواست خارج کرنے میں صحیح  
فیصلہ کیا تھا؟ (2) ایکٹ کی دفعہ

منعقد: انہوں نے کہا کہ ٹریبیونل کے حکم سے قانون کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اپیل ناکام ہونی

چاہیے۔

اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے کہ کیا اس عدالت نے دھیرج لال گردھاری لال بنام انکم ٹیکس کمشنر، بمبئی (1954) 26 آئی ٹی آر 736 اور عمر سائلے محمد سیت بنام کمشنر آف انکم ٹیکس مدراس (1959) 37 آئی ٹی آر 151 میں جو اصول وضع کیے تھے، ان کا اطلاق کسی خاص معاملے پر ہوتا ہے یا نہیں، اس بات کا تعین کرنے کے لیے ٹریبونل کے حکم کو مکمل طور پر پڑھنا ضروری تھا کہ آیا اس نے شواہد اور شواہد پر صحیح طریقے سے غور کیا ہے یا نہیں۔ اس کے حتمی نتیجے پر پہنچنے میں اور کیا کسی غیر متعلقہ غور و فکر یا تعصب کے معاملے نے اس نتیجے کو نقصان پہنچایا ہے، اس کے حق میں اور اس کے خلاف۔ ان فیصلوں کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ٹریبونل کے حکم کی سزا کے لحاظ سے جانچ پڑتال کی جائے تاکہ یہاں معمولی سی کوتاہی یا وہاں ایک غیر محتاط رائے کا پتہ چل سکے اور اس پر قانون کا سوال باقی رہ سکے۔

دھیرج لال گردھاری لال بنام کمشنر آف انکم ٹیکس، بمبئی (1954) 26 آئی ٹی آر 736 اور عمر سلیم محمد سیت بنام کمشنر آف انکم ٹیکس مدراس (1959) 37 آئی ٹی آر 151 نے وضاحت کی۔ اگرچہ ٹیکس دہندگان کی طرف سے دی گئی وضاحت کو محض مسترد کرنے سے رسید کی نوعیت کا تعین نہیں ہوتا ہے، جہاں مسترد ہونے کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ وصولی ایک آمدنی ہے، لیکن تشخیص کرنے والے حکام اس نتیجے کو اخذ کرنے کے حقدار ہیں۔ اس طرح کا اندازہ حقیقت میں سے ایک ہے نہ کہ قانون کا۔

دیوانی اپیلیٹ دائرہ اختیار: 1958 کی دیوانی اپیل نمبر 24۔

سابق بمبئی ہائی کورٹ کے 4 اکتوبر 1956 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے 1956 کے آئی ٹی اے نمبر 49 میں اپیل کی گئی۔

اپیل گزار کی طرف سے آر۔ جے۔ کولہ، ایس۔ این۔ اینڈ لے، جے۔ بی۔ داداچنچی، رامیشور ناتھ اور پی۔ ایل۔ ووہرا شامل ہیں۔

جواب دہندہ کی طرف سے کے۔ این۔ راجا گوپال شاستری اور ڈی۔ گپتا۔

22 ستمبر 1960 عدالت کا فیصلہ اس نے سنایا

ایس۔ کے۔ داس جسٹس: درخواست گزار ہومی جہانگیر گھیسٹا کو انڈین انکم ٹیکس ایکٹ 1922 کی دفعہ (3) 23 کے تحت 87500 روپے کی کل آمدنی پر انکم ٹیکس کا تخمینہ لگایا گیا تھا۔ جن حالات میں ان کا اس طرح جائزہ لیا گیا وہ درج ذیل تھے۔

درخواست گزار کا معاملہ یہ تھا کہ اپیل کنندہ کے نانا ایم ایچ سجننا کا انتقال 10 مئی 1920 کو یا اس

کے آس پاس ہوا تھا۔ سجننا کی چھوڑی ہوئی وصیت کی صداقت کے بارے میں ان کی بیوہ کرامت بائی اور سجننا کی بیٹی بائی جربانو کے درمیان ان کی پہلی بیوی نے قانونی چارہ جوئی کی تھی۔ بائی جربانو درخواست گزار کی والدہ تھیں۔ قانونی چارہ جوئی سے سمجھوتہ کیا گیا اور اپیل گزار کی ماں کو سجننا کے ذریعہ چھوڑی گئی جائیداد میں ایک تہائی حصہ ملا جس کی کل قیمت تقریباً 988000 روپے تھی۔ بائی جربانو کا انتقال 1933 میں ہوا، جس میں ان کے شوہر جہانگیر جی (اپیل کنندہ کے والد)، ان کے بیٹے ہومی (اپیل کنندہ) اور آلونامی ایک بیٹی رہ گئی۔ یہ کہا گیا تھا، حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا، کہ بائی جربانو نے موت کے وقت تقریباً 210000 روپے کی جائیداد چھوڑی تھی۔ درخواست گزار اپنی والدہ کی موت کے وقت نابالغ تھا۔ اس وقت ان کے دو چچا تھے، فیروز شا اور کنخسر و، فیروز شا خاندان کے سب سے بڑے رکن تھے۔ ان کی والدہ کی موت پر درخواست گزار کا جائیداد میں حصہ 70 ہزار روپے تھا۔ فیروز شا نے اس کا چارج سنبھالا اور سرمایہ کاری کی۔ 12 دسمبر 1945ء کو ان کا انتقال ہوا۔ فیروز شا کے چھوٹے بھائی اور اس کی وصیت پر عمل درآمد کرنے والوں میں سے ایک کنخسر و نے فیروز شا کی جائیداد کا چارج سنبھال لیا۔ جب اس نے فیروز شا کی ایک تجوری کھولی تو اسے ایک پیکٹ ملا جس پر اپیل کنندہ کے نام کا ایک پیکٹ تھا۔ اس پیکٹ میں 87,500 روپے مالیت کے کرنسی نوٹ تھے۔ 24 جنوری 1946 کو درخواست گزار نے ان نوٹوں کو نقد رقم کے لیے پیش کیا اور ایک اعلان کیا جو اس وقت ضروری تھا اور اعلامیے میں انہوں نے کہا:

میری والدہ کی وراثت جو 1933 میں اس وقت فوت ہو گئیں جب میں نابالغ تھا اور اس رقم میں وقتاً فوقتاً میرے والد اور مرحوم چچا فیروز شا نے سرمایہ کاری کی جو حال ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

جب اپیل گزار کو انکم ٹیکس افسر کی جانب سے متعلقہ سال کے لئے اپنی آمدنی کا ریٹرن جمع کرانے کا نوٹس موصول ہوا تو اس نے ایک ریٹرن جمع کرایا جس میں "صفر" آمدنی ظاہر کی گئی تھی۔ 7 جنوری 1947 کو لکھے گئے ایک خط میں انہوں نے کہا کہ ان کے چچا فیروز شا جو ان کی اقلیت کے دوران ان کی جائیداد کا انتظام سنبھالتے تھے، نے 1945 میں ان کی موت سے کچھ عرصہ قبل 87500 روپے کی رقم انہیں اور ان کے والد کو سونپ دی تھی۔ یہ کہانی بعد میں دی گئی کہانی سے مختلف تھی، فیروز شا کی موت کے بعد کنخسر و کی جانب سے تجوری کھولنے اور اپیل کنندہ کے نام پر ایک پیکٹ ملنے کے بارے میں۔ درخواست گزار نے 29 ستمبر 1949 کو انکم ٹیکس افسر کے سامنے ایک حلف نامہ بھی داخل کیا، جس میں متضاد بیانات بھی شامل تھے۔ ان کے سامنے موجود تمام مواد پر غور کرنے پر انکم ٹیکس افسر نے اپیل گزار کا کیس قبول نہیں کیا بلکہ اس نتیجے پر پہنچے کہ 87500 روپے کی وصولی کی اصل نوعیت ظاہر نہیں کی گئی۔ انہوں نے اس رقم کو درخواست گزار کی آمدنی کے

طور پر دیکھا جو کسی ایسے ذریعہ سے ظاہر نہیں کیا گیا تھا اور اس کے مطابق اس کا جائزہ لیا۔ درخواست گزار نے اسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس کے پاس اپیل کو ترجیح دی۔ اپیل کے مرحلے میں درخواست گزار کے والد اور چچا کے بیانات انکم ٹیکس آفیسر، ڈی ٹو وارڈ، بمبئی نے لیے اور اپیلیٹ اتھارٹی نے اپیل کنندہ کے چچا کینسر وکا مزید بیان لیا۔ یہ اتھارٹی اسی نتیجے پر پہنچی جس پر انکم ٹیکس افسر پہنچے تھے۔ اس کے بعد انکم ٹیکس اپیلیٹ ٹریبونل میں اپیل کی گئی، جس نے ایک بار پھر معاملے کے حقائق کا جائزہ لیا۔ ٹریبونل نے درخواست گزار کی جانب سے پیش کیے جانے والے معاملے میں درج ذیل تضادات کی نشاندہی کی:

(i) 24 جنوری 1946ء کو ٹیکس دہندگان کی جانب سے جاری کردہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ والدہ کی وراثت کو میرے والد اور میرے مرحوم چچا فیروز شاہ نے سرمایہ کاری کی تھی۔ ان کے 7-1-1947 کے خط میں کہا گیا ہے کہ ان کے چچا (یعنی فیروز شاہ) صرف ان کی جائیداد کا انتظام کرتے تھے۔ اس تغیر کا مقصد واضح طور پر اپنے والد کو تکلیف دہ امتحان سے بچانا ہے۔ چچا پہلے ہی اپنے ابدی گھر کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔

(ii) 7-1-1947 کے خط میں کہا گیا ہے کہ چچا فیروز شاہ نے اپنی موت سے پہلے "مجھے اور میرے والد کو" رقم دی تھی۔ 29-9-1949 کے حلف نامہ میں ایک اور کہانی بیان کی گئی ہے، یعنی پھانسی دینے والے کینسر نے فیروز شاہ کی موت کے بعد ٹیکس دہندگان کو رقم سوئپی تھی۔ مذکورہ حلف نامہ کے ایک اور حصے میں یہ کہا گیا ہے کہ مذکورہ عمل آور نے پیسے اسسیس سی کے والد کو سوئپ دیئے تھے۔ حلف نامہ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ بڑے نوٹوں کے بارے میں اعلان ان کے والد کی طرف سے دی گئی معلومات پر کیا گیا تھا۔ ٹیکس دہندہ کا بیٹا کہیں بھی کسی "پیکٹ پیکٹ" کا حوالہ نہیں دیتا ہے۔ دستاویزی طور پر، "پیکٹ" کا نظریہ ایگزیکٹو ٹریبونل نے صرف اس وقت بیان کیا جب وہ 22-2-1952 کو انکم ٹیکس افسر کے سامنے پیش ہوا۔

(iii) 22-2-1952 کے اپنے بیان میں جناب کینسر و کہتے ہیں کہ انہیں ایک لفافہ ملا جس میں 87500 روپے تھے، میں نے اس رقم کا چارج لیا اور یہ رقم ہومی کے حوالے کر دی۔ اپیلیٹ اسٹنٹ کمشنر ایچ ریخ کے سامنے، اسی مسٹر کینسر و نے بعد میں کہا:

"میں نے پیکٹوں کو ویسے ہی سوئپ دیا جیسا کہ وہ تھے۔ میں نے نوٹوں کی گنتی نہیں کی اور نہ ہی مواد کی تصدیق کی۔ کینسر و کی طرف سے "رسیدوں" اور "انویٹری" کے بارے میں دیئے گئے کچھ جوابات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے وہ معقول احتیاطی تدابیر بھی اختیار نہیں کیں جو ایک عام شخص کرے گا، نہ کہ کسی مجرم کے بارے میں بات کرنے کے لئے۔ اس کے بعد ٹریبونل نے اپنے نتیجے کا اظہار اس طرح کیا:

ان حالات میں ہمیں یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ ٹیکس دہندگان 87,500 روپے کی رقم کے ذرائع کو تسلی بخش طریقے سے بتانے میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔

عدالت نے 17 اکتوبر 1955 کے اپنے حکم کے ذریعے اپیل کو خارج کر دیا۔

اس کے بعد درخواست گزار نے ٹریبونل سے درخواست کی کہ قانون کے کچھ سوالات کو ہائی کورٹ کو بھیجا جائے، جو اپیل کنندہ کے مطابق ٹریبونل کے حکم سے پیدا ہوئے تھے۔ ٹریبونل نے کہا کہ اس کے 17 اکتوبر 1955 کے حکم سے قانون کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اور 8 مارچ 1956 کے اپنے حکم کے ذریعہ انکم ٹیکس ایکٹ 1922 کی دفعہ 66 کے تحت ریفرنس کے لئے اپیل گزار کی درخواست مسترد کر دی گئی۔

درخواست گزار نے دفعہ (2) 66 کے تحت ایک عرضی کے ذریعے بائے ہائی کورٹ کا رخ کیا۔ اس عرضی کو 14 اکتوبر 1956 کو ہائی کورٹ نے سرسری طور پر خارج کر دیا تھا۔ اس کے بعد اپیل گزار نے اس عدالت میں اپیل کرنے کے لئے خصوصی اجازت کے لئے درخواست دائر کی۔ 3 دسمبر 1956 کے ایک حکم کے ذریعہ، اس عدالت نے 4 اکتوبر 1956 کے بائے ہائی کورٹ کے حکم سے اس عدالت کو اپیل کرنے کی خصوصی اجازت دی، لیکن اس مرحلے پر 17 اکتوبر، 1955 اور 8 مارچ 1956 کے ٹریبونل کے احکامات سے اپیل کرنے کے لئے خصوصی اجازت کی درخواست پر کوئی حکم نہیں دیا۔ موجودہ اپیل اس عدالت کی طرف سے دی گئی خصوصی اجازت کے مطابق دائر کی گئی ہے۔

غور کرنے والی مختصر بات یہ ہے کہ کیا ہائی کورٹ نے دفعہ (2) 66 کے تحت درخواست کو سرسری طور پر مسترد کرنے کا حق حاصل کیا تھا؟ دوسرے لفظوں میں، کیا ٹریبونل کے 17 اکتوبر 1955 کے حکم نے قانون کا کوئی سوال اٹھایا تھا؟ درخواست گزار کی طرف سے یہ دلیل دی گئی ہے کہ اس عدالت نے دھیرج لال گردھاری لال بمقابلہ انکم ٹیکس کمشنر، بمبئی (1954) 26 ایل ٹی آر 736 میں جو اصول طے کیے ہیں، ان کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ اگرچہ ٹریبونل کا فیصلہ حقیقت کے سوال پر حتمی ہوتا ہے، لیکن قانون کا مسئلہ اس صورت میں پیدا ہوتا ہے جب ٹریبونل ایسے مواد پر غور کر کے اپنے فیصلے پر پہنچتا ہے جو انکوائری سے غیر متعلق ہے۔ یا ایسے مواد پر غور کر کے جو جزوی طور پر متعلقہ اور جزوی طور پر غیر متعلقہ ہے، یا اس کے فیصلے کو جزوی طور پر قیاس آرائیوں، قیاس آرائیوں اور شکوک و شبہات پر مبنی ہے۔ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس کے برعکس ٹریبونل کا فیصلہ مذکورہ بالا تینوں نقائص سے دوچار ہے۔

اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے حکم کے اس حصے کے بارے میں شکایت کی ہے جس میں اپیلٹ ٹریبونل نے کہا ہے: "ہمیں یہ بھی نہیں بتایا گیا تھا کہ متوفی چچانے، اگر نابالغ کے پیسے کی ذمہ داری سنبھالی تھی،

تو اسے بائی آلو کے حوالے کیوں نہیں کیا، جب وہ 1939 میں میجر ہو گئی تھی یا یہاں تک کہ جب اس کی شادی 1944 میں ہوئی تھی۔ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ یہ ایک غیر متعلقہ غور و خوض تھا، اور بائی آلو نے خود 22 فروری 1952 کو انکم ٹیکس افسر، D-II وارڈ، بمبئی کے سامنے ایک بیان دیا، جس میں انہوں نے ان حالات کی نشاندہی کی کہ کس طرح انہوں نے اپنے چچا فیروز شا کی موت سے پہلے 85000 روپے کی رقم وصول کی تھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ انہوں نے انکم ٹیکس افسر کو ایک ریٹرن بھی جمع کرایا تھا لیکن وصول شدہ رقم کا کوئی تخمینہ نہیں لگایا گیا تھا۔ درخواست گزار کے وکیل کی دلیل یہ ہے کہ فیروز شا نے 1939 یا 1944 میں بائی آلو کو رقم کیوں نہیں دی، اور اگر بائی آلو کے بیانات پر غور کیا جائے تو وہ اپیل کنندہ کے حق میں تھے کیونکہ اسے ملنے والی رقم کے بارے میں بائی آلو پر کوئی تخمینہ نہیں لگایا گیا تھا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ بائی آلو کے بیان کے سلسلے میں ٹریبونل نے جن حالات کا حوالہ دیا ہے وہ غیر متعلقہ تھے۔ ٹریبونل کو جس بات پر غور کرنا تھا وہ اس کہانی کی صداقت یا کسی اور طرح سے تھی جس میں ماں کے بارے میں کہا گیا تھا کہ اس نے 210000 روپے چھوڑے تھے جس میں سے وارثوں کو ایک ایک تہائی حصہ ملا تھا۔ ٹریبونل کو کہانی کے ہر پہلو پر غور کرنا پڑا تا کہ اس کے امکانات کا اندازہ لگایا جاسکے اور اس نقطہ نظر سے یہ ایک متعلقہ غور و خوض تھا کہ بائی آلو کے پیسے اس وقت کیوں ادا نہیں کیے گئے جب وہ بالغ ہو گئیں یا جب ان کی شادی ہوئی۔ یہ بھی ایک متعلقہ غور تھا کہ اپیل کنندہ کے والد نے اپنے حصے کی رقم کے ساتھ کیا کیا اور ٹریبونل نے درست طور پر نشاندہی کی کہ والد نے "سرمایہ کاری کے ملاپ" کے تحت احاطہ کیا۔ کہانی کے امکانات کا اندازہ لگانے کے لئے یہ متعلقہ غور و فکر تھے۔ ٹریبونل نے یہ بھی درست طور پر نشاندہی کی کہ یہ حقیقت کہ بائی آلو کا اندازہ نہیں لگایا گیا تھا، کہانی کو مزید ممکن نہیں بناتا ہے۔

ٹریبونل نے اپنے حکم میں کہا کہ انکم ٹیکس افسر نے والد کو 23 جون 1950 کو پیش ہونے کے لئے سمن جاری کیا تھا۔ والد سمن کی تعمیل کرنے میں ناکام رہے۔ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس صورت حال کو اپیل کنندہ کے خلاف استعمال نہیں کیا جانا چاہئے تھا، کیونکہ ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ والد کو اگلے دن حاضری کے لئے 22 جون 1950 کو سمن جاری کیا گیا تھا اور والد نے ایک خط لکھا جس میں کہا گیا تھا کہ اگلے دن اس کے لئے حاضر ہونا ممکن نہیں ہے اور، لہذا، ایک اور تاریخ مانگی۔ ہمیں نہیں لگتا کہ یہ صورت حال ٹریبونل کے حکم کو خراب کرتی ہے جو ان کے خلاف جاری سمن کی ناکامی سے کہیں زیادہ ٹھوس بنیادوں پر مبنی تھا۔ والد سے بعد میں پوچھ گچھ کی گئی اور ان کے بیانات کو مد نظر رکھا گیا۔ ٹریبونل کی جانب سے ایک نکتہ یہ اٹھایا گیا کہ اس بات کی کوئی وضاحت سامنے نہیں آئی کہ چچا نے اپیل گزار اور اس کی بہن کے حصے کا چارج کیوں لیا جب ان کے

والد زندہ تھے اور والد نے اپنے بچوں کی تحویل اور فنڈز کے انتظام کے معاملے میں خود کو کیوں استعمال کرنے کی اجازت دی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صورت حال بھی ایک متعلقہ معاملہ تھا، اور اگر والد وضاحت دینے کی پوزیشن میں تھے، تو انہیں 8 فروری 1952 کو انکم ٹیکس آفیسر، ڈی ٹو وارڈ، بمبئی کے سامنے اپنا بیان دیتے وقت ایسا کرنا چاہیے تھا۔

ٹریبونل کا کہنا ہے کہ 'ہمیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ٹیکس دہندہ 1943 سے 1950 کے درمیان تعلیم حاصل کر رہا تھا اور اس لیے اس کے پاس آمدنی حاصل کرنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ بمبئی جیسی جگہ اور خاص طور پر ایک تاجر کے خاندان میں، ایک شخص سیکھنے کے بعد بھی کما سکتا ہے۔ ٹریبونل کے ان مشاہدات پر اپیل کنندہ کے وکیل نے بہت سنجیدگی سے تبصرہ کیا ہے۔ فاضل وکیل نے کہا ہے کہ درخواست گزار نے 1950 تک اسکول، کالج اور یونیورسٹی حکام کے ٹیوٹوریل پیش کیے تھے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اپیل کنندہ 1950 تک طالب علم تھا اور ٹیوٹوریل دیکھنے کے بعد ٹریبونل کو یہ نہیں کہنا چاہیے تھا کہ 'ہمیں بھی بتایا گیا تھا وغیرہ'۔ ہم متفق ہونے سے قاصر ہیں۔ یہاں تک کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ درخواست گزار نے اطمینان بخش طور پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ 1950 تک طالب علم تھا، تو ہمیں نہیں لگتا کہ اس سے اصل سوال پر کوئی حقیقی فرق پڑتا ہے، جو یہ تھا کہ آیا اپیل کنندہ نے اپنی والدہ کی جائداد سے 70000 روپے کی رقم وصول کی تھی، جسے بعد میں 1945 میں سرمایہ کاری سے بڑھا کر 87500 روپے کر دیا گیا تھا۔ ٹریبونل نے درست نشاندہی کی کہ اس کی قیمت کا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا تھا۔ ماں کی چھوڑی ہوئی جائداد، حالانکہ اس بات کے کچھ ثبوت موجود تھے کہ ماں نے اپنے والد سنجنا کی جائداد سے کیا حاصل کیا تھا۔ اور نہ ہی اس بات کا کوئی ثبوت تھا کہ سرمایہ کاری کی گئی تھی جس کی وجہ سے اصل رقم 70000 روپے میں اضافہ ہوا۔ یہ دلیل دی گئی ہے کہ ٹریبونل کی طرف سے یہ کہنا محض ایک قیاس تھا کہ بمبئی جیسی جگہ پر کوئی شخص سیکھ کر کما سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ٹریبونل اس سلسلے میں غلط ہے، تو ہم نہیں سمجھتے کہ یہ کسی نتیجے کا معاملہ ہے۔

ہمیں ٹریبونل کے حکم کو مجموعی طور پر پڑھنا چاہئے تاکہ اس بات کا تعین کیا جاسکے کہ آیا ٹیکس دہندگان کے حق میں اور اس کے خلاف ہر مادی حقیقت کو منصفانہ اور مناسب احتیاط کے ساتھ سمجھا گیا ہے۔ کیا حتمی نتیجے تک پہنچنے میں ثبوتوں پر غور کیا گیا ہے۔ اور کیا ٹریبونل کے ذریعے اخذ کردہ نتیجہ غیر متعلقہ خیالات یا تعصب کے معاملات سے رزگا گیا ہے۔ اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے ہمیں ٹریبونل کے پورے حکم کے ساتھ ساتھ متعلقہ مواد کے بارے میں بھی بتایا ہے جس پر یہ مبنی ہے۔ ٹریبونل کے حکم اور ان مواد کا جائزہ لینے کے بعد، ہم اپیل کنندہ کے فاضل وکیل سے اتفاق کرنے سے قاصر ہیں کہ ٹریبونل کا حکم دھیرج لال گردھاری لال بنام

دھیرالال میں بیان کردہ کسی بھی نقائص کی وجہ سے خراب ہے۔ کمشنر آف انکم ٹیکس، بمبئی ((1954) 26 آئی ٹی آر 736) یا عمر سالے محمد سیت بنام کمشنر آف انکم ٹیکس، مدراس ((1959) 37 آئی ٹی آر 151)۔ ہمیں یہ واضح کر دینا چاہیے کہ ہمیں نہیں لگتا کہ ان فیصلوں کے لیے ضروری ہے کہ ٹریبونل کے حکم کی جانچ پڑتال مائیکروسکوپ کے ذریعے کی جائے، تاکہ یہاں ایک معمولی سی کوتاہی یا وہاں ایک غیر محتاط رائے کا پتہ چل سکے جس پر قانون کے مسئلے کو لٹکانے کے لیے استعمال کیا جاسکے۔ ہمارے سامنے پیش کردہ دلائل کے پیش نظر شاید یہ کہنا ضروری ہے کہ مبینہ یا ثابت شدہ حقائق سے پیدا ہونے والے امکانات پر غور کرنے میں ٹریبونل قیاس آرائیوں، قیاس آرائیوں یا شکوک و شبہات میں ملوث نہیں ہوتا ہے۔

ہمارے سامنے یہ دلیل بھی دی گئی ہے کہ اگر 87500 روپے کی رقم کے بارے میں اپیل کنندہ کی وضاحت قبول نہیں کی جاتی ہے تو بھی محکمہ نے کسی براہ راست ثبوت سے یہ ثابت نہیں کیا کہ یہ رقم اپیل کنندہ کے ہاتھوں میں آمدنی تھی۔ ہمیں نہیں لگتا کہ ہمارے سامنے جیسے معاملے میں محکمہ کو براہ راست ثبوت کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی ضرورت تھی کہ 87500 روپے کی رقم اپیل کنندہ کے ہاتھ میں تھی۔ درحقیقت، ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ یہ تمام معاملات میں نہیں ہے کہ ٹیکس دہندگان کی وضاحت کو مسترد کرنے سے، آمدنی کے طور پر کسی خاص رسید کے کردار کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جہاں مسترد کیے جانے کے حالات ایسے ہیں کہ صرف مناسب نتیجہ یہ ہے کہ رسید کو ٹیکس دہندہ کے ہاتھ میں آمدنی کے طور پر سمجھا جانا چاہئے، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ تشخیص کرنے والے حکام اس طرح کا نتیجہ اخذ نہ کریں۔ اس طرح کا تخمینہ حقیقت کا نتیجہ ہے نہ کہ قانون کا۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر ہمارا خیال ہے کہ ٹریبونل کے حکم سے قانون کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اور ہمیں 4 اکتوبر 1956 کے بابے ہائی کورٹ کے فیصلے اور حکم میں مداخلت کی کوئی بنیاد نظر نہیں آتی۔ اس کے مطابق اپیل ناکام ہو جاتی ہے اور اخراجات کے ساتھ خارج کر دی جاتی ہے۔

اپیل خارج کر دی گئی۔